© rasailojaraid.com

مولانا ارشاد الحق اثری ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد

حضرت مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ

برصغیر پاک و ہند میں دہلی گو علوم و فنون کا مرکز رہا ہے۔ تاہم صوبہ بہار کو بھی بڑے بڑے افاضل و اعیان کے مولد و مسکن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہاں مسلمانوں کی سیاسی و تہذیبی اثرات کا آغاز باضابطہ طور پر سلطان قطب الدین ایبک کے سپہ سالار محمد بختیار خلجی کی فتوحات سے ہوا۔ مگر بعض واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد بختیار خلجی سے پہلے بھی مسلمانوں نے یہاں اپنے قدم جمانا شروع کر دیئے تھے۔ چنانچہ سلطان محمود غزنوی کے بھانجے سالار مسعود غازی کے لشکر کا اطراف بنارس تک آنا ثابت ہوا۔ غازی مسعود کے رفقاء دوران جنگ جہاں جہاں شہید ہوئے۔ وہ مقامات گنج شہیداں کے نام سے مشہور ہیں۔ اور وہاں میلہ لگتا ہے۔ سیوان ، سارن بہار، اور منیر، ضلع پٹنہ میں بھی ایسی جگہیں ہیں جہاں یہ میلے لگتے ہیں۔ (بہار میں اردو ص ۱۷۹-۱۸۱)

غزنویوں کی لشکر کشی کے علاوہ ایک قافلہ ایسا بھی نظر آتا ہے جو رہبان فی اللیل و فرسان فی النہار کا مصداق ہے۔ یہ بلند مقام درویش و مجاہد سلطانی فوجوں سے مستغنی ہو کر محبت و دردمندی کے جذبات سے سرشار ہندوستانی دلوں کو آباد کرنے آئے۔ میری مراد حضرت مولانا محمد موسوم بہ تاج فقیہ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زبیر بن عبدالمطلب کی اولاد سے ہیں۔ جو ۵۷۶ھ ـ ۱۱۸۰ء میں الخلیل[1] (فلسطین) سے نقل سکونت کر کے بہار کے قصبہ منیر میں تشریف لائے۔ عظیم آباد (پٹنہ) سے تقریباً ۱۲ میل مغرب میں ایک قصبہ کا نام ہے آپ بہار میں سلسلہ سہروردیہ و فردوسیہ کے جد امجد سمجھے جاتے ہیں۔ بلکہ "وسیلہ شریف" کے مؤلف نے لکھا ہے کہ حضرت تاج

---

[1] اب یہ شہر مملکت ہاشمیہ اردنیہ کا ایک شہر ہے جو بیت المقدس سے تقریباً ۱۵-۲۰ میل پر واقع ہے اس کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے نام پر [illegible] ص ۳۴۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فقیہ نے ایک لشکر جرار کے ساتھ منیر پر حملہ کیا وہاں کا راجہ مارا گیا اور منیر پر آپ کا قبضہ ہو گیا۔ پھر منیر کی حکومت اپنے فرزندوں کے سپرد کر کے خود وطن واپس تشریف لے گئے۔ اور اسی سے ملتی جلتی روایت تذکرۃ الکرام کے مؤلف نے نقل کی ہے۔ جس کا ذکر مولانا عبدالرحیم زبیری نے الدار المنشور فی تراجم اہل صادقپور معروف بہ تذکرہ صادقہ کے صفحہ نمبر ۱۲ پر کیا ہے اور مزید ایک قلمی کتاب سے اس کی تصدیق رقم فرمائی ہے مولانا سید ابوالحسن ندوی مدظلہ العالی نے بھی "سیرۃ الشرف" کے حوالہ سے یہی نقل کیا ہے کہ ۵۷۶ھ میں یہ قبضہ فتح ہو گیا تھا۔ مگر فرماتے ہیں۔ یہ مسئلہ تحقیق طلب ہے کہ کیا مسلمان غزنویوں کے عہد ہی میں بہار و بنگال کی حدود میں پہنچ گئے تھے۔ اور انہوں نے یہاں بھی اسلامی عملداری اور قبضہ کی بنیاد ڈالی دی تھی۔؟" اسی طرح "بہار میں صوفیائے کرام" کے عنوان سے جناب سید شمیم احمد صاحب ڈھاکہ کا ایک مضمون معارف ج ۹ ۱۹۶۳ء ماہ نومبر دسمبر میں شائع ہوا ہے۔ جس میں وہ فرماتے ہیں کہ تاریخی اعتبار سے یہ حملہ صحیح نہیں کیونکہ پھر ۵۹۰ھ میں بختیار خلجی نے کسی راجہ کے خلاف منیر پر حملہ کیا تھا؟ یہ تحقیق طلب مسئلہ ہماری بحث سے خارج ہے۔ مگر اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ حضرت محمد تاج فقیہ کی وساطت سے بہار میں اسلام پھولا پھلا۔ حضرت موصوفؒ اپنی اولاد کو یہاں چھوڑ کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ مخدوم الملک، حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ آپ ہی کے فرزند جناب اسرائیل کے صاحبزادے ہیں۔

اس کے بعد محمد بختیار خلجی نے بہار کا بڑا علاقہ فتح کیا۔ اور شاہ آباد پٹنہ، بہار شریف مونگیر اور بھاگلپور کے اضلاع سلطنت دہلی کے ماتحت ہو گئے۔ غیاث الدین تغلق کے عہد ۱۳۲۴ء میں شمالی بہار مفتوح ہوا اور یوں یہ صوبہ آہستہ آہستہ سرنگوں ہوتا چلا گیا۔ یہاں اس بات کا ذکر فائدہ سے خالی نہیں کہ اورنگ زیب عالمگیر نے اٹھارہویں صدی عیسوی کے آغاز میں اپنے پوتے عظیم الشان کو بہار کا صوبہ دار مقرر کیا، اسی بنا پر پٹنہ کا نام عظیم آبا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رکھا گیا۔ (بہار میں اردو ص ۴۹) مسلم عہد میں بہار کا دار الخلافہ ہونے کا شرف بھی عظیم آباد کو حاصل رہا اسی بنا پر یہاں بڑی سیاسی اور تہذیبی اہمیت پیدا ہوئی۔ ہر دور میں یہاں (بہار) شعراء اصفیا محدثین و فقہا کرام کا دور دورہ رہا۔ البتہ حدیث و سنت کا رواج آٹھویں صدی ہجری میں حضرت مخدوم الملک شرف الدین منیری ۷۸۲ھ اور ان کے تلامذہ کے دور میں عام ہوا۔ چنانچہ صحاح ستہ، مسند ابو یعلی، بیہقی، مستدرک اور مشارق وغیرہ کی روایات ان کی ملفوظات و مکاتیب میں آج بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔ حضرت مخدوم کی خدمت میں شیخ زین الدین کا صحیح مسلم پیش کرنا بھی ثابت ہے (برہان دہلی فروری ۱۹۵۱ء) آپ کے خلفائیں سے منہاج راستی پھلواری اور حضرت مظفر شمس بلخی زیادہ مشہور رہیں۔ اوّل الذکر نے پھلواری ضلع پٹنہ کو رونق بخشی یہاں یہ شجرہ خوب پھلا پھولا۔ اس سلسلہ کے مشاہیر میں حضرت مولانا برہان الدین قادری ۱۰۶۵ھ۔ ۱۱۲۴ھ مؤلف سید صحاح ستہ، مولانا عتیق اللہ بہاری م ۱۱۴۹ھ، مولانا عبد المقتدر بن مولانا عبد الغنی بہاری مولانا شیخ وجیہ الحق، امان اللہ پھلواری م ۱۱۵۰ھ اور حضرت شاہ ظہور الحق م ۱۲۳۴ھ حافظ صحیحین و حصن حصین خاص طور پر قابل ذکر ہیں (مجلہ برہان فروری ۱۹۵۱ء) اور امام مظفر شمس بلخی م ۷۸۲ھ حضرت مخدوم بہاری کے انتقال کے بعد ان کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے آپ کثیر التصانیف ہیں اور سو کے قریب آپ کے مکاتیب ملتے ہیں جنہیں مولوی عبد الرحمن بہاری نے ترجمہ کر کے مع متن طبع کرانا چاہا تھا۔ ۳۰-۳۲ مکاتیب طبع بھی ہوئے۔ بقیہ مکاتیب پروفیسر معین الدین دردائی کے کتب خانہ میں محفوظ ہیں۔ نیز خدا بخش خاں بانکی پور لائبریری میں بھی ان کے مکتوبات ہیں۔ اور ایک مطبوعہ دیوان فارسی میں بھی ملتا ہے۔ (بہار میں اردو ص ۱۵۲) نیز دیکھئے

سلہ شیخ محمد عتیق اپنے چچا مولانا عبد المقتدر کے شاگرد ہیں (نزہۃ الخواطر ص ۳۳۰ ج ۶) اور شیخ وجیہ الحق حضرت شیخ محمد عتیق کے شاگرد ہیں "اخذ الحدیث عن الشیخ محمد عتیق البہاری وقرأ علیہ المشکاۃ والصحیحین وأجاز لسائر کتب الحدیث" نزہۃ الخواطر .... (ص ۳۹۷ ج ۶) بلکہ سید عبد الحی مرحوم نے شیخ محمد عتیق بہاری کا وہ اجازۃ نامہ جو انہوں نے شیخ وجیہ الحق کو دیا تھا۔ اس کا کچھ حصہ نزہۃ الخواطر ص ۳۳ ج ۶ میں نقل بھی فرمایا۔ واللہ دررہ

سلہ آپ نے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے بھی اجازت نامہ حاصل کیا تھا۔ نزہۃ الخواطر ص ۱۲۶ ج ۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(برہان ۱۹۵۱ء فروری)

اس کے بعد یہ خطہ مسلسل علماء و فضلاء کی آماجگاہ بنا رہا۔ بہار کی تاریخ حدیث کے سلسلہ میں جن کے اسماءِ گرامی رہتی دنیا تک زندہ و تابندہ رہیں گے۔ ان میں شیخ الکل، حضرت مولانا سید میاں نذیر حسین محدث دہلوی م ۱۳۲۰ھ مولانا شاہ نور علی محدث سہسرامی م ۱۲۶۲ھ تلمیذ شاہ اسحاق دہلوی، مولانا فرحت حسین م ۱۲۷۴ھ، مولانا شہود الحق عظیم آبادی، مولانا عنایت علی م ۱۲۷۳ھ، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی مصنف حسن البیان، مولانا محمد ابراہیم آروی م ۱۳۲۲ھ مولانا رفیع الدین شکرانوی، مولانا ظہیر احسن شوق نیموی، صادقین صادق پور، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا سید عبدالحی اور ہمارے مولانا شمس الحق ڈیانوی سرِفہرست ہیں۔ اس مقالہ میں انہی موخر الذکر حضرت مولانا محمد شمس الحق محدث ڈیانوی اور ان کی خدمات حدیث کے متعلق کچھ اظہارِ خیال کرنا ہے۔

اس کم سواد کو نہ تو حضرت موصوف سے مصاحبت اور نہ ان کے تلامذہ و متوصلین سے مناسبت و مجالست کہ ان کے احوال و واقعات کا پتہ لگایا جا سکے۔ صد افسوس کہ عظیم آباد کے اس عظیم محدث کے متعلق ان کے احباء و اقرباء نے بھی کوئی قابلِ ذکر مواد نہیں چھوڑا۔ جن سے ان کی زندگی کے اوصاف و محامد اجاگر ہو سکیں اور کسی بزرگ کے سوانح کی ترتیب کے لیے یہی اجزاء ترکیبی ہوتے ہیں۔ مگر افسوس کہ وہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اور جو بکھرے ہوئے آثار مرحوم اخبار اہلحدیث امرتسر[۱]، مجلہ برہان[۲] دہلی، ترجمان[۳] دہلی معہ الاعتصام[۴] لاہور وغیرہ میں ہیں۔ ہمارے زیرِ نظر ہیں۔ اور غنیمت ہیں، مگر انتہائی مختصر۔ بھلا جس شخصیت نے پوری ربع صدی حدیث کی خدمت میں صرف کر دی ہو، اخبار کے تین صفحات میں ان کے حالات کا استیعاب اور ان کی علمی خدمات کو کیونکر اجاگر کیا جا سکتا ہے۔ سنا ہے کہ "حیاۃ المحدث شمس الحق و اعمالہ" کے عنوان سے ہمارے ایک ہندوستانی سلفی بھائی نے ان کے آثارِ علمیہ کو جمع کیا ہے[۵]۔ حضرت موصوف

۱ے جلد ۱۶ شمارہ ۴۸ ۶ صفر ۱۳۳۸ھ بمطابق ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء۔

۲ے فروری ۱۹۵۱ء، جولائی ۱۹۵۱ء

۳ے ۱۵ جولائی ۱۹۶۰ء

۴ے ۱۱ دسمبر ۱۹۷۰ء

۵ے زیرِ نظر مضمون کا ایک حصہ لکھا جا چکا تھا کہ سندھ جانے کا اتفاق ہوا تو سیدی پیر محب اللہ شاہ صاحب راشدی مدظلہ کے ہاں یہ رسالہ بھی مل گیا۔ اس سے ہم نے حسبِ ضرورت فائدہ اٹھایا ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے عقیدت اور محبت ان سطور کا باعث بنی ہے اور بمصداق مشتے نمونہ از خروارے جو کچھ پایا ہدیہ ناظرین کر رہا ہوں اور اپنے شوق کو تسکین دے رہا ہوں

نام و نسب محمد نام کنیت ابو الطیب اور مشہور شمس الحق ہیں (اہلحدیث و برہان) مگر مولانا سید عبدالحی نے نزہتہ الخواطر میں آپ کا نام شمس الحق بتلایا ہے۔ والد ماجد کا اسم گرامی امیر علی تھا۔ اور سلسلہ نسب یہ ہے شیخ محمد بن شیخ امیر علی بن مقصود علی بن شیخ غلام حیدر بن شیخ ہدایت اللہ بالآخر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ تو گویا آپ صدیقی شیخ ہیں۔ (اہلحدیث و ترجمان)۔

وطن و پیدائش ۲۷ ذیقعدہ ۱۲۷۳ھ بمطابق جولائی ۱۸۵۷ء کو عظیم آباد (پٹنہ) کے محلہ رمنہ میں ولادت باسعادت ہوئی (اہلحدیث امرتسر و ترجمان دہلی) مگر مولانا شفیع احمد بہاری نے آپ کا مولد ڈیانواں ہی نقل کیا ہے۔ (برہان جولائی ۱۹۵۱ء) لیکن یہ صحیح نہیں۔ پانچ سال کی عمر تھی۔ کہ آپ کی والدہ ماجدہ اپنے بچوں کے ہمراہ اپنے میکے یعنی ڈیانواں[1] میں آ گئیں۔ چنانچہ آپ ہمیشہ وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اسی بنا پر ڈیانوی مشہور ہوئے۔ بچپن ہی کی عمر میں ۱۲۸۴ء میں والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو آپ نے اپنے بڑے ماموں مولوی محمد حسین کے ہاں تربیت پائی جو آپ کو حقیقی فرزند سمجھتے اور آپ کی تعلیم اور ساری خواہشوں کے کفیل تھے۔ (اہلحدیث)

تعلیم و تربیت اور شیوخ و اساتذہ ۱۲۷۹ھ میں جب آپ کی عمر چھ برس کی ہوئی تو مولانا ابراہیم بن مدین اللہ النگر نہنوی[2] م ۱۲۸۲ھ سے تعلیم کا

---

۱ - مولانا شفیع احمد بہاری نے اول تو اس قصبہ کا نام ڈیانواں ذکر کیا ہے ثانیاً لکھا ہے کہ پٹنہ سے جنوب و مشرق میں واقع ہے، برہان جولائی ۱۹۵۱ء، مگر مولانا فوقانی نے لکھا ہے کہ ڈیانواں پٹنہ سے چھ میل کے فاصلہ پر جنوب مغرب میں سادات و شیوخ کی قدیم آبادی ہے (حاشیہ القول الحسن ص۱)

۲ - آپ نے کتب احادیث مولانا محمد اسحاق محدث دہلوی اور کتب معقول مولوی نور الاسلام رام پوری سے پڑھیں، مولانا صدر الدین سے بھی شرف تلمذ حاصل تھا۔ تذکرۃ النبلاء میں محدث ڈیانوی نے ان کا ترجمہ لکھا ہے اور اسی کے حوالہ سے سید عبدالحی نے ان کا ذکر خیر نزہتہ الخواطر (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آغاز کیا۔ استاذ محترم نے تفنن طبع کا ثبوت دیتے ہوئے تعلیم کا آغاز اقراء باسم ربک الذی خلق سے کیا ہے۔ ڈیانواں ہی میں قرآن مجید حافظ محمد اصغر رامپوریؒ سے ختم کیا۔ جو اس وقت آپ کے نانا مرحوم شیخ گوہر علی کے دربار میں معلم تھے۔ تقریباً ایک سال بعد آپ نگر نہسہ تشریف لے گئے۔ مولانا ابراہیم مرحوم سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا، قرآن مجید کی کوئی سورۃ سناؤ تو آپ نے سورۃ والضحیٰ پڑھ کر سنائی۔ مولانا مرحوم نے اس کے معانی و مطالب سنانا شروع کر دیئے۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ اس وقت اتباع سنت کا شوق دل میں جاگزین ہوگیا۔ اسی دوران ابتدائی فارسی کتب مولوی سید راحت حسین بھفوی سے پڑھیں اور بعض مختصرات نحو اور معقولات ایک ماہر عالم مولوی عبدالحکیم صاحب شیخ پوری سے پڑھیں اور اپنے ماموں مولانا نور محمد صاحب سے بھی بعض صرف و نحو کی کتابوں کا درس لیا۔ (اہلحدیث و ترجمان) ابتدائی فنون سے فراغت کے بعد ۱۲۸۸ھ میں عمدۃ المعقول والمنقول حاوی فروع و اصول مولانا لطف علی بہاری م ۱۲۹۶ھ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور ان سے شرح جامی، قطبی، میبذی، شرح وقایہ، اصول شاشی، نور الانوار، کنز الدقائق وغیرہ متوسطات پڑھیں اور حدیث میں جامع ترمذی کی بھی قرأت تحقیق و تجسس سے کی۔ مولانا موصوف صوبہ بہار کی معروف علمی شخصیت تھی۔ معقول و منقول اور اصول و فروع میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ شیخ الکل حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ مولانا فضل حق خیر آبادیؒ اور مفتی صدر الدین جیسے اکابر سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

استفار علمیہ

الغرض ۱۲۹۱ھ تک اپنے مسکن ڈیانواں ہی کے اہل علم و فضل سے استفادہ کرتے رہے، تحصیل علم کا شوق دل میں موجزن تھا۔ اسی بنا پر دوسرے مشائخ کی خدمت میں جانے پر مجبور ہوئے۔ چنانچہ ۱۲۹۲ھ میں لکھنؤ کا قصد کیا۔ وہاں پہنچ کر

(بقیہ صفحے کا حاشیہ) صفحہ ج ۷ میں کیا ہے مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی (استاذ علامہ نیموی) نے آپ کی تاریخ وفات پر ایک قطعہ لکھا۔ جس میں شد بگلزار جنت ابراہیم ۱۲۹۲ سے سنہ وفات نکالا۔ (القول الحسن ص ۲۰-۲۱)

ھ۳ بفتح النون الاول وضم الثانی قریۃ من اعمال عظیم آباد۔ نزہۃ الخواطر ص۱۰ ج ۷ بحوالہ تذکرۃ النبلاء المحدث الظہرانوی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام المعقولیین مولانا فضل اللہ م ۱۳۱۲ھ بن امام الریاضیین مولانا مفتی نعمت اللہ سے سال بھر معقولات کی مزید کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد ۲۶ محرم الحرام ۱۲۹۳ھ کو مرادآباد کا رخ کیا۔ وہاں امام الصلحاء مولانا قاضی محمد بشیر الدینؒ قنوجی م ۱۲۹۶ھ سے اکتساب فیض کیا۔ جہاں انہوں نے سال بھر میں بقیہ کتب درسیہ معقول ومعانی وغیرہ کی تکمیل کی۔ سال بھر وہاں قیام کے بعد شروع ماہ ربیع الاوّل ۱۲۹۴ھ میں وطن واپس تشریف لے آئے۔ جب آپ وطن واپس پہنچے تو احباب و اقارب نے ۱۵ ربیع الاوّل کو آپ کی شادی مولوی عبداللطیف صاحب صدّیقی چھپردی کی صاحبزادی سے کردی اس وقت آپ کی عمر ۲۱ - ۲۲ برس کے قریب تھی۔ مگر علم کی پیاس نے گھر میں چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ چنانچہ ۲۰ جمادی الاوّل کو دوبارہ مرادآباد حضرت مولانا قاضی بشیر الدین صاحب موصوف کی خدمت میں پہنچے، وہاں سات ماہ قیام فرمایا اور کتب معقولات ومعانی کے علاوہ قرآن مجید کا ترجمہ اور مشکوٰۃ المصابیح کا کچھ حصّہ نہایت تحقیق سے پڑھا۔ اس کے بعد اوائل محرّم ۱۲۹۵ھ سال بھر حضرت میاں صاحب کی خدمتِ اقدس میں رہے۔ بالآخر محرم ۱۲۹۶ھ میں علوم تفسیر وحدیث کی تحصیل اور ان کی سند تکمیل حاصل کر کے واپس اپنے وطن ڈیانواں تشریف لائے اور آتے ہی درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں مشغول ہو گئے۔ لیکن ۱۳۰۲ھ میں ایک بار پھر حضرت میاں صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اب کی بار وہاں پورے دو سال رہے اور شیخ الکل سے خوب خوب اکتساب علوم کیا اور آپ سے علاوہ صحاح ستّہ کے موطاء، سنن دارمی، سنن دارقطنی، جلالین وغیرہ، کتب کمالِ ضبط واتقان سے پڑھیں۔ اسی اثنا میں شیخ ہی کی نگرانی میں فتویٰ نویسی کا کام کرتے رہے (فتاویٰ نذیریہ میں آپ کے بعض فتاویٰ غالباً اسی دور کے ہیں۔ واللہ اعلم) ۱۳۰۴ھ میں جب آپ نے واپس وطن آنے کا عزم کیا تو حضرت میاں صاحبؒ نے دوبارہ سند فراغت عطا فرمائی۔ (اہلحدیث ترجمان)

؎۱ ترجمہ کے لیے دیکھیں نزہتہ الخواطر ص۳۶۴ ج ۸،

؎۲ خود صاحب ترجمہ نے ان کا تذکرہ جمیلہ مقدمہ غایۃ المقصود ص۳ کے حاشیہ میں کیا ہے اس سفر میں صاحب ترجمہ کے ہمراہ ان کے بھائی مولانا محمّد اشرف بھی تھے۔ جس کا ذکر انہوں نے اعلام اہل العصر ص۲ میں کیا ہے۔

؎۳ یہ اجازہ بھی خدا بخش لائبریری میں محفوظ ہے، حیاۃ المحدّث ص۱۱،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی دوران ۱۳۰۴ھ میں ہی شیخ العلماء قاضی حسین بن محسن الانصاری یمنی م ۱۳۲۶ھ سے صحاح کے اطراف کی قرارت کی اور ان سے بھی اجازہ[1] حاصل کیا۔ پھر وطن واپس لوٹ آئے اور اپنے گھر میں ہی رہ کر درس و تدریس افتاء و تصنیف اور کتب حدیث کی تصحیح و تشریح میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ (اہلحدیث)

علامہ ڈیانوی رح نے گو متعدد شیوخ اور ائمہ فن سے استفادہ کیا تھا مگر علوم حدیث کا اکتساب ہندوستان کی مشہور محدث خاندان ولی اللہ کے جانشین حضرت شیخ الکل میاں سید نذیر حسین دہلوی رح اور شیخ حسین بن محسن انصاری رح سے کیا چنانچہ لکھتے ہیں۔

"اللمعة الخامسة فی ترجمة الشیخین الاکبرین اللذین اخذت عنهما هذا السنن وسائر کتب الحدیث والتفسیر فاولهما المحدث المفسر الفقیه الحاج شیخنا العلامة زین اهل الاستقامة مولانا السید محمد نذیر حسین .... وثانیهما شیخنا العلامة البدر المنیر الفهامة العمدة التحریر ذوالمناقب الجلیلة والمحامد الشریفة المدقق الکامل والبحر الذی لیس له فی سعة النظر من ساحل جمال العلماء الصالحین شیخ الاسلام والمسلمین البارع المحدث المتقن والمفسر المتبحر الفطن الحاج القاضی حسین بن محسن الانصاری الخزرجی السعدی الیمانی ادام الله برکاته علینا۔"

(مقدمہ غایۃ المقصود ص ۱۰-۱۷)

جس سے ان حضرات کی جلالت شان اور محدث ڈیانوی کی نگاہ میں ان کے علو مرتبت کا پتہ چلتا ہے۔ ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ ان حضرات کا مختصر تعارف و تذکرہ بھی نقل کر دیا جائے۔

(۱) شیخ الکل حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا مولد موضع بلتھوا ضلع مونگیر صوبہ بہار ہے۔ سنہ ولادت اور مہینہ کی تعین میں سیر نگاروں کا اختلاف ہے البتہ "الحیات بعد المماۃ" کے مرتب مولانا فضل حسین صاحب بہاری نے ۱۲۲۰ھ کو اختیار کیا ہے[2]۔ باپ کا نام سید جواد علی تھا۔ حسینی سادات سے تعلق رکھتے تھے۔

---

[1] یہ اجازہ بھی خدا بخش لائبریری میں محفوظ ہے۔ حیاۃ المحدث، ص ۱۱۔

[2] اہلحدیث امرتسر ۱۳ صفر ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹۳۱ء ۱ اگست ۱۹۳۱ء میں مولانا حکیم عبدالشکور رگوڈ گانوی کا ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۲ واسطوں سے نسب نامہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ عہدِ طفولیت لہو و لعب میں گزری۔ والد محترم کے ایک دوست کے ایما پر ابتدائی فارسی کی کتابیں والد ماجد ہی سے پڑھنا شروع کر دیں۔ علم کا شوق بڑھا تو تحصیل علم کے لیے اپنے ایک دوست مولوی مراد علی کے ساتھ صادق پور کا رخ کیا، وہاں مولانا شاہ محمد حسینؒ کے مدرسہ میں پہنچے جو اس وقت صوبہ بہار کی مرکزی درسگاہ خیال کی جاتی تھی۔ بعد ازیں اپنے ساتھی مولوی مراد علی کے ہمراہ دہلی کا سفر کیا، ارادہ تھا کہ شاہ عبدالعزیزؒ کے درس سے براہ راست اکتساب فیض کیا جائے۔ مگر یہ مسافر سفری صعوبتوں اور نامساعد حالات کے باعث اس وقت دہلی پہنچے، جبکہ حضرت شاہ صاحب اس سے قبل رحلت فرما چکے تھے۔ اور ان کے بعد ان کے جانشین حضرت شاہ محمد اسحاق اپنی خاندانی مسند پر بیٹھے علم و عرفان کی بارش برسا رہے تھے۔ وہاں پہنچ کر پہلے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کی اس سلسلہ میں متداولات مولانا عبدالخالق م ۱۲۶۱ھ مولانا شیر محمد م ۱۲۵۷ھ، مولانا جلال الدین اور مولانا کرامت علی سے پڑھیں۔ اور علم ہئیت و ہندسہ کی تکمیل مولانا محمد بخش المعروف بہ تربیت خاں سے کی، جو اس وقت کے مشہور مہندس تھے۔ اور ادبیات کی تحصیل مولانا عبدالقادر رامپوری سے کی۔ علوم و فنون سے فارغ ہو چکے تو حضرت شاہ اسحاق دہلوی سے حدیث و تفسیر کی کتابیں پڑھیں اور آخری ایام تک ان کے ساتھ ہی وابستہ رہے۔ اور جب ۱۲۵۸ھ میں انہوں نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو اسی سال ان سے اجازہ حاصل کیا۔ ان کے بعد سن ۱۲۷۰ھ تک تو جملہ علوم و فنون کی تدریس کرتے رہے۔ لیکن سن ۱۲۷۰ھ میں خالصتہً اپنے آپ کو تفسیر و حدیث کے لیے وقف کر دیا۔ حضرت شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ کی جانشینی کا اس سے بڑا اور کیا ثبوت ہوگا کہ "میاں صاحب" کا لقب جو خاندان ولی اللہ کے لیے چلا آ رہا تھا۔ اس کے ساتھ آپ ملقب ہوئے اور "میاں صاحب" کے پیارے لقب سے پکارے جانے لگے۔ خاندان ولی اللہ کی صحیح جانشینی اور ساٹھ سال علوم بالخصوص درس حدیث کی وجہ سے "شیخ الکل" کا لقب ملا۔ اکابر اہل علم نے جن الفاظ سے آپ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے اس کا استیعاب مشکل ہے اور "الحیات بعد الممات" وغیرہ میں وہ دیکھے جا سکتے ہیں۔ ہم یہاں صرف دو شہادتوں پر اکتفا کرتے ہیں، جن کا ذکر متقدمین تذکرہ نگاروں نے نہیں کیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸ سے) مفصل مضمون بعنوان "حضرت شیخ الکل محدث رحمانی کا سن ولادت" دعمر شریف شائع جس میں مختلف اقوال نقل کر کے آپ کا سنہ پیدائش ۱۲۲۰ھ ہی صحیح قرار دیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا امیر علی تلمیذ رشید مولانا عبدالحی لکھنوی مترجم عالمگیری و مصنف تفسیر مواہب الرحمٰن، حافظ ابن حجر سے اپنے سلسلہ سند کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"واعلم ان اسنادی اتصل الی الشیخ الامام المصنف رحمۃ اللہ تعالٰی عن شیخنا الامام شرف الانام الزاھد العابد العالم الربانی الذی ما احسینی رایت مثلہ بعینی ھاتین مولانا السید نذیر حسین الدھلوی الخ" (التہذیب ص۳۴)

یعنی امام مصنف (ابن حجرؒ) سے میری سند بواسطہ ہمارے شیخ امام شرف الانام زاہد عابد عالم ربانی ایسا کہ میری ان دونوں آنکھوں نے ان جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔ مولانا سید نذیر حسین دھلوی ہے۔

شیخ فریدؒ[1] سے کون واقف نہیں، اشارات فریدی میں ان سے منقول ہے۔

بعد ازاں سخن بہ نسبت مولوی نذیر حسین محدث دہلوی افتاد حضرت قطب الموحدین خواجہ محمد بخش ادام اللہ تعالٰی عرض کردند، قبلہ مردم مولوی نذیر حسین راغیر مقلد و ہابی ہے گویند۔ او چگونہ شخص است، حضور فرمودند کہ سبحان اللہ وے یکے از اصحاب می نماید انگاہ فرمودند کہ ایں امر کانی است برائے انسان کہ مثل او درجہاں نباشد۔ پس وے اکنوں فی زماننا ہذا در علم حدیث شریف نظیر و مانندے نمی دارد و چناں بے نفس است کہ ہیچ کسی را از فرقہ ہائی اہل اسلام بدنمی گوید اگرچہ مردم رو بروئے او را ناسزا و بد میگویند او کسے راہمی گوید الخ" (اشارات فریدی حصہ چہارم ص۱۸۵، ۱۸۶ مطبع رفیق عام لاہور ۱۳۴۶ھ)

---

[1] خواجہ غلام فرید سے اہل پنجاب اور بالخصوص اہالیان بہاولپور غافل نہیں۔ انہیں کے ایک غالی عقیدت مند کا یہ شعر مشہور ہے۔

چاچڑ وانگ مدینہ ڈسے تے کوٹ مٹھن بیت اللہ
ظاہر دے وچ پیر فریدن باطن دے وچ اللہ

یہاں اس بات کا تذکرہ بھی مفید ہو گا کہ شیخ موصوف سے کسی نے پوچھا کہ شیعہ اور وہابیوں میں کیا فرق ہے تو اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا۔ وہابی نہ صحابہ کرامؓ کو برا کہتے ہیں نہ ولایت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"ارشاداتِ فریدی" کا اردو ترجمہ حال ہی میں "اسلامک بک فاونڈیشن لاہور" کی طرف سے شائع ہو چکا ہے، مذکورۃ الصدر عبارت کا ترجمہ ہم مترجم کتاب کے الفاظ سے نقل کرنا مفید سمجھتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

"اس کے بعد مولوی نذیر حسین محدّث دہلوی کا ذکر ہونے لگا۔ قطب الموحدین حضرت خواجہ محمد بخش نے عرض کیا کہ حضور لوگ مولوی نذیر حسین کو غیر مقلد اور وہابی کہتے ہیں کہ وہ کیسے آدمی تھے۔ آپ نے فرمایا کہ سبحان اللہ وہ تو ایک صحابی معلوم ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کسی شخص کی عظمت کے لیے یہی کافی دلیل ہے کہ دنیا میں اس کی مانند کوئی نہ ہو۔ چنانچہ آجکل کے زمانہ میں علم حدیث میں ان کا کوئی نظیر نہیں۔ نیز وہ اس قدر بے نفس ہیں کہ اہل اسلام کے کسی فرقے کو بُرا نہیں کہتے۔ اگرچہ لوگ ان کو منہ پر بُرا بھلا کہتے ہیں۔ لیکن وہ کسی کو بُرا نہیں کہتے یہ بات کس میں ہے۔ اب اگرچہ وہ بہت ضعیف ہو چکے ہیں۔ تاہم وہ اپنا کام خود کرتے ہیں، حتیٰ کہ مہمان کو کھانا بھی خود اٹھا کر دیتے ہیں۔ وہ کسی شخص سے نہیں پوچھتے کہ تم صوفی ہو یا کیا مذہب رکھتے ہو۔" (ارشادات فریدی مترجم صد ۹۶ (مقبوس ۸۵)

علم و عرفان کا یہ ماہتاب ۱۰ رجب بروز دوشنبہ ۱۳۲۰ھ بمطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء نماز مغرب کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا، مگر اپنے بعد تلامذہ کا ایک لامتناہی سلسلہ چھوڑ گیا۔ جو ہند کے گوشہ گوشہ سے تعلق رکھنے والے تھے۔ اور جن میں عجیب طرح کا تنوع پایا جاتا ہے۔ بعض نے سیدین شہیدین رحمہم اللہ کی تحریک مجاہدین کی سرپرستی کی اور بعض نے تدریس و تصنیف کا اثر قبول کیا۔ بعض میں وعظ و تبلیغ اور مناظرات کا اثر نمایاں نظر آتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صد ۲ سے) کے منکر ہیں اس کے برعکس شیعہ ولایت کے بھی منکر ہیں اور توحید کے بارے میں وہابیوں کے عقائد صوفیائے کرام سے ملتے جلتے ہیں۔ وہابی کہتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء سے مدد مانگنا شرک ہے، بے شک غیر خدا سے امداد مانگنا شرک ہے توجیہ یہ ہے کہ خاص حق تعالیٰ سے مطلب کرے۔ چنانچہ (ایاک نعبد و ایاک نستعین کا مطلب یہی ہے، صد ۹۶، ۹۷، مترجم "ارشادات فریدی"۔ انّ فی ذالک لذکری لمن کان لہ قلب۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور بعض میں اصلاح احوال اور تربیت عوام کا جذبہ موجزن نظر آتا ہے۔ جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، محدث ڈیانوی رحمۃ اللہ مقدمہ غایۃ المقصود (ص۱۱) میں حضرت میاں صاحب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تین صفات خاص طور پر حضرت شیخ الکل میں کر دی تھیں۔

(۱) تقویٰ وخشیت الٰہی اور مکارم اخلاق کے پیکر تھے۔

(۲) تفسیر وحدیث اور فقہ میں یگانہ روزگار۔

(۳) اصحاب فضائل اور اہل تحقیق تلامذہ کا وسیع ترین حلقہ ان کی سرکار سے وابستہ تھا۔

الشیخ العلامۃ القاضی حسین بن محسن الانصاری

آپ حضرت ڈیانوی کے دوسرے قابل فخر استاد ہیں جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے ۱۲۴۵ھ میں پیدا ہوئے، ۱۳ سال کی عمر میں تعلیم کا آغاز کیا، علامہ سید حسین بن عبدالباری سے مکمل آٹھ سال تک استفادہ کیا۔ اور سند فضیلت حاصل کی۔ ان کے علاوہ اپنے بھائی شیخ محمد بن محسن انصاری پر بھی "الصحیح البخاری" کی قرأت کی۔ بعد ازیں امام شوکانی رح کے صاحبزادے علامہ قاضی احمد سے بھی اجازہ حاصل کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ مکہ مکرمہ میں علامہ محمد بن ناصر الحازمی سے کئی بار ملاقات کی اور ان پر صحاح ستہ کے علاوہ سنن دارمی، شمائل ترمذی کی قرأت کی، نیز اوائل کتب حدیث شیخ محمد سعید المدنی سے پڑھیں۔ اور ان سے ان کی جمیع مرویات ومسموعات کی اجازت حاصل کی۔ محدث ڈیانوی رح دو مرتبہ ان کی زیارت سے مشرف ہوئے لکھتے ہیں :۔

"وقرأت علیه اطرافا ومواضع متفرقة من الصحاح الستة وسنن الدارمی والدارقطنی۔۔۔ وغیر ذلك واجازنی بجمیع مرویاته ومسموعاته اجازة عامة کما هی موجودة بخطه الشریف"

(مقدمہ غایہ ص۱۷)

قاضی صاحب موصوف کو یہ فخر حاصل ہے کہ حضرت نواب صدیق حسن خاں قنوجی رح جیسے باکمال صاحب علم وفضل ان کے تلامذہ کی صف میں شامل ہیں۔ حضرت نواب صاحب نے ابجد العلوم میں اپنے استاذ محترم کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے، محدث ڈیانوی رح بھی لکھتے ہیں :۔ "وقد ذکرت ترجمة شیخنا العلامة فی موضع آخر ابسط من هذا" "متممة

تالیاس سے مراد ان کی کتاب نہایۃ الرسوخ فی معجم الشیوخ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

درس و تدریس

ہم ذکر کر آئے ہیں کہ تحصیل علوم کے بعد ڈیانواں ہی میں درس و تدریس وعظ و تذکیر اور افتاء و تصنیف میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ مولانا ابوالقاسم بنارسیؒ جو حضرت ڈیانویؒ کے شاگرد رشید ہیں کا بیان ہے! کہ آپ کے درس میں عرب و فارس کے طلباء بھی دیکھے گئے اور بہت سے لوگوں نے آپ سے علم حاصل کیا۔ (اہلحدیث) مولانا سید عبدالحی لکھتے ہیں۔

> "ثم رجع الی بلدته وعكف على التدريس والتصنيف والتذكير وبذل جهده في نصرة السنة والطريقة السلفية واشاعة كتب الحديث" نزهة (ص۱۷۱ ج ۸)

حدیث وسنت سے محبت کا یہی نتیجہ تھا کہ علماء حدیث سے محبت تھی اور طلباء پر بھی بہت شفقت کا اظہار فرماتے۔ قدیم ہند کے رواج کے مطابق بیوہ عورتوں کا نکاح معیوب سمجھا جاتا تھا۔ خود آپ کے گاؤں میں اس فعل شنیع پر عمل ہوتا تھا۔ آپ پہلے بزرگ ہیں، جنہوں نے اپنے وطن ڈیانواں میں نکاح بیوگان کو جاری فرمایا۔ (اہلحدیث)

صنعتکار اور تاجر حضرات

سے گذارش ہے۔ کہ وہ ماہنامہ ترجمان الحدیث میں اشتہار دے کر اپنے کاروباری فائدہ کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب اسلام کی نشر و اشاعت میں اعانت کا فریضہ بھی انجام دیں۔

(مینجر ادارہ)

© rasailojaraid.com